فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا منہج واسلوب

محمد منشاء طیب*

ڈاکٹر محمد منیر اظہر**

Hafiz Ibn-e-Hajar is a renowned scholar of ninth and tenth century AH who is a authentic reference in the field of Hadith and History of Hadith. Most of his books are accepted by people and scholars in the of Hadith studies. Leaving the rest of his work only the honor which Fath-ul-Bari gained is enough for him. It is an encyclopedia of knowledge related to Hadith like commands of jurisprudence, benefits and Uloom-ul-Hadith. It is right to say that Hafiz Ibn-e-Hajar paid the debt of Ummah by writing Fath-ul-Bari. He encompassed all the topics of principles of Hadith and Uloom-ul-Hadith in Fath-ul-Bari. The prominent features of Fath-ul-Bari are: to use the past primary and secondary sources and all the past commentaries of Hadith Books, a critical discussions on men and their chains of Bukhari, the comparison of different editions of Bukhari, to complete the chain of Mualaq and Mouqoof Hadith, to give preference to different sayings and mention the sayings of four Imams, to give satisfied answers to the objections about the chains of Bukhari, lexical research of derived solutions of problems. All the above characteristics distinguish Fath-ul-Bari from other commentaries of Hadith Books.

حافظ احمد بن علی بن حجر آٹھویں اور نویں صدی کے وہ مشہور عالم ہیں جو علم حدیث، تاریخ حدیث اور دیگر علوم حدیث کا ایک معتبر حوالہ ہے، ابن حجر بہت بڑے محدث، فقیہ اور ادیب تھے، حدیث کے میدان میں ان کی بہت سی علمی کتب کو قبول عام حاصل ہوا، ان کے بقیہ کام کو چھوڑ کر اگر صرف ان کی کتاب فتح الباری کا جائزہ لیا جائے تو یہی اعزاز ان کے لیے کافی ہے، یہ شرح کیا ہے حدیث کے متعلقہ ہر قسم کی معلومات، حدیثی فوائد، فقہی احکام اور علمی نکات کا ایک وسیع انسائیکلوپیڈیا ہے جس سے صدیاں گزر جانے کے باوجود برابر استفادہ کیا جارہا ہے۔

کتاب کا نام

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کی ابتدا میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنی اس کتاب کا نام ''فتح الباری بشرح البخاری'' رکھا ہے۔(۱) متاخرین کے ہاں یہ کتاب ''فتح الباری'' کے نام سے معروف ہوگئی اور اب

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

**ڈاکٹر محمد منیر اظہر، اسسٹنٹ پروفیسر، جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد۔

تک اسی نام سے جانی جاتی ہے۔علامہ سخاویؒ اور امام شوکانیؒ کے ہاں فتح الباری کے نام سے کئی اور مصنفین کی کتب بھی مشہور تھیں مثلاً فتح الباری لابن رجب حنبلی اور فتح الباری لمجد الدین فیروز بادی(۲)البتہ جو شہرت حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری کو ملی وہ کسی اور فتح الباری کو نصیب نہ ہو سکی۔

مقدمہ فتح الباری

اس شرح کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے آغاز میں ایک وقیع علمی مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے صحیح بخاری کے متعلق بہت سی معلومات کو سمودیا ہے، مقدمہ کے مباحث پر نظر دوڑانے سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مقدمہ فتح الباری جیسے'' ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری'' کا نام دیا گیا ہے درج ذیل دس اہم فصول پر مشتمل ہے:

(۱) صحیح بخاری کے سبب تصنیف کے متعلق (۲)اس کے موضوع، شروط وغیرہ کے بارے میں (۳) امام بخاری کی حدیث کی تقطیع کرنے کی حکمت اور تکرار حدیث کا فائدہ(۴) معلق احادیث اور آثار موقوفہ کے ذکر کرنے کے اسباب (۵) صحیح بخاری میں واقع غریب الفاظ کا مختصر ضبط حروف تہجی کے اعتبار سے (۶) مشکل اسماء، کنی اور القاب کا ضبط(۷)ان شیوخ کی تعریف جن کے نسب کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا(۸) ان احادیث کا ذکر جن پر حافظ عصر امام ابوالحسن دار قطنی وغیرہ نے نقد کیا تھااور ہر حدیث پر ہونے والے نقد کا جواب (۹) ان تمام راویوں کے ناموں کا ذکر جن پر کلام کیا گیا ہے اور ان پر ہونے والی جرح کا جائزہ(۱۰) احادیث صحیح بخاری کی فہرست ہر ہر باب کے لحاظ سے اور ہر باب میں احادیث کی تعداد(۳)

سببِ تالیف

حافظ ابن حجرؒ ''ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری'' میں رقم طراز ہیں: ''میں نے دیکھا کہ امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں کتاب وسنت کے پُر رونق انوار کو ذکر کیا ہے ان کو ثابت کرتے ہوئے اور استنباط کی غرض سے اور کتاب وسنت کے چشموں سے مسائل کو اخذ واستنباط کرتے ہوئے تشنگی کو خوب بجھایا ہے،ان کی حُسن نیت کی وجہ سے ان کو ایسی کتاب جمع کرنے کا موقعہ ملا جس کا مخالف وموافق سب نے اقرار کیا اور تصحیح میں ہر ایک موافق ومخالف نے ان کی کلام کو تسلیم کیا، تو میں نے اللہ تعالی سے استخارہ کیا

کہ اس کے ساتھ ایسی شرح ذکر کردوں جو اس کے مقاصد کی وضاحت کرے اور اس کے مشکل مقامات اور پیچیدہ مسائل میں ان کے مقصود سے پردہ اٹھادے۔"

ایک اور نہایت قوی سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ فتح الباری کی تالیف کے آغاز سے تقریباً پانچ سال قبل فوت ہوئے، انھوں نے متقدمین علماء اور اپنے شیوخ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے تھے:

"شرح كتاب البخاری دين على الأمة"

یعنی صحیح بخاری کی (شایانِ شان) شرح امت پر قرض ہے۔

انھوں نے اس حوالے سے چند قواعد وضوابط بھی ذکر کیے کہ شارح صحیح بخاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ حدیث کے متعدد طرق کی معرفت رکھتا ہو، اہل حجاز، شام اور عراق وغیرہ سے اس کے رجال اور ان کے احوال پر بھی اس کی نظر ہو۔ امام بخاریؒ کے فقہی نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے تراجم ابواب میں دقیق نظر کی ضرورت ہے۔(۴)

مذکورہ بالا احوال کے تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کو شرح صحیح بخاری کے لیے تحریک دینے والے اسباب میں سے یہ بھی ایک اہم سبب تھا۔

طریقۂ تالیف

حافظ سخاویؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے طریقہ تالیف کے بارے مفصل بیان کیا ہے۔ انھوں نے فتح الباری کے طریقہ تالیف کے بارے میں فرمایا "حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کی تالیف کے لیے شورائی طریق کار اختیار کیا تھا، انھوں نے تالیف کا آغاز طریقہ املاء سے کیا اور تقریباً پانچ سال اسی طریق کے مطابق تالیف جاری رکھی۔ اس کے بعد آپ کے حلقہ درس میں ذہین و قابل طلباء کی ایک جماعت اکٹھی ہوگئی اور اس تالیف میں آپ کی رفیق کار بن گئی۔ اب حافظ صاحب نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پہلے خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے پھر اس کے نوٹس تیار کراتے، اس کے بعد طلباء کے درمیان بحث و مباحثہ ہوتا اور ہر طالب علم نوٹس حاصل کر لیتا۔ نیز ہفتہ میں ایک دن تمام طلبہ اکٹھے ہوتے اور باہمی تقابل کے بعد اپنی کمی اور کوتاہی کا ازالہ کر کے نوٹسوں کی تصحیح کر لیتے، اس کے بعد پھر اس پر مباحثہ ہوتا۔

اسی طریق پر اس تالیف کا کام ہوتا رہا حتی کہ یہ علمی و تحقیقی کام (عرصہ پچیس سال میں) پایہ تکمیل کو پہنچا۔اس طریقہ سے کتاب بھی تحریر ہوگئی اوراس کو قبولیت عامہ بھی حاصل ہوگئی۔(۵)

فتح الباری حدیث اور علوم حدیث کا ایک وسیع ذخیرہ ہے اس میں حافظ ابن حجرؒ کا منہج واسلوب کیا ہے؟ یہ ایک اہم بحث ہے، ذیل میں اس کے اہم نکات کو بیان کیا جاتا ہے:

مصادرِ اصلیہ سے استفادہ

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں قدیم اور مستند علمائے لغت، مفسرین، محدثین، اصولیین اور فقہائے کرام کی کتب کا بکثرت حوالہ ذکر کرتے ہیں۔آپ جب کسی مسئلہ کی وضاحت میں اقوال ذکر کرتے ہیں تو ان اقوال کی نسبت یا کتب کا ذکر کرتے ہیں۔آپ نے اپنی کتاب میں جن مصادرِ اصلیہ سے اخذ واستفادہ کیا ان کا احاطہ تو یہاں ممکن نہیں البتہ چند ایک کے نام اور مثالیں پیش خدمت ہیں۔مثلاً تفسیر میں آپ اکثر تفسیر عبدالرزاق، تفسیر ابن ابی حاتم، المفردات للراغب الاصفہانی، تفسیر طبری، تفسیر الکشاف، تفسیر بغوی اور تفسیر اصبہانی سے نقل کرتے ہیں۔کتاب التفسیر سے ایک مثال پیش خدمت ہے:

باب "قولہ (ما ننسخ من آیة أو ننسھا)" کے ضمن میں حافظ علیہ الرحمہ امام ابن ابی حاتم سے نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وَقَدْ أخرج ابن أَبِی حَاتِمٍ مِنْ وَجْہٍ آخَرَ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَن ابن عَبَّاسٍ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰہَ یَقُولُ مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ أَوْ نَنْسَأْہَا أَیْ نُؤَخِّرْہَا(٦)

اسی طرح سورۃ حم الزخرف کی آیت {ولو لا أن یکون الناس أمۃ واحدۃ} کے تحت رقم طراز ہیں:

وَصلہ الطَّبَرِیّ وابن أَبِی حَاتِمٍ مِنْ طَرِیقِ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَلْحَۃَ عَنِ ابن عَبَّاسٍ بِلَفْظِہِ مُقَطَّعًا ،وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَۃَ أُمَّۃٌ وَاحِدَۃٌ کُفَّارًا، وَرَوَی الطَّبَرِیُّ مِنْ طَرِیقِ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ فِی قَوْلِہِ وَلَوْلَا أَنْ یَکُونَ النَّاسُ أُمَّۃً وَاحِدَۃً قَالَ کُفَّارًا یَمِیلُونَ إِلَی الدُّنْیَا (٧)

جبکہ حدیث، میں دیگر کتب حدیث صحیح بخاری کی سابقہ شروحات اور دیگر کتب ستہ کی شروحات سے بھی استفادہ کرتے ہیں مثلاً: کتاب الصلوۃ میں ذکر کرتے ہیں

(قَوْلُہُ: بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ)

وَالْمُرَادُ بِہِ مَا يَلِی الْإِمَامَ مُطْلَقًا وَقِيلَ أَوَّلُ صَفٍّ تَامٍّ يَلِی الْإِمَامَ لَا مَا تَخَلَّلَہُ شَیْءٌ كَمَقْصُورَةٍ وَقِيلَ الْمُرَادُ بِہِ مَنْ سَبَقَ إِلَی الصَّلَاةِ وَلَو صلی آخر الصُّفُوف قَالَہ ابن عَبْدِ الْبَرِّ وَاحْتَجَّ بِالِاتِّفَاقِ عَلَی أَنَّ مَنْ جَاءَ أَوَّلَ الْوَقْتِ وَلَمْ يَدْخُلْ فِی الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَہُوَ أَفْضَلُ مِمَّنْ جَاءَ فِی آخِرِہِ وَزَاحَمَ إِلَيْہِ ،وَلَا حُجَّةَ لَہُ فِی ذَلِکَ كَمَا لَا يَخْفَی ،قَالَ النَّوَوِیُّ :الْقَوْلُ الْأَوَّلُ ہُوَ الصَّحِيحُ الْمُخْتَارُ وَبِہِ صَرَّحَ الْمُحَقِّقُونَ(۸)

اسی طرح دیگر موضوعات مثلاً عقائد، فقہی معاملات اور لغت میں مصادرِ اصلیہ مثلاً الایمان لأبی عبید قاسم بن سلام، السنۃ للامام أبی القاسم الطبرانی، الشفاء للقاضی عیاض اور کتاب الأم للشافعی جیسی کتب کا حوالہ دیتے نظر آتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کی احادیث سے مناسبت

کسی بھی شرح کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس نے مصنف کے مقصود کو کس قدر سمجھا اور وضاحت سے پیش کیا ہے،امام بخاری کی فقہ کا ذخیرہ ان کے قائم کردہ تراجم ابواب ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے: ''فقہ البخاری فی تراجمہ'' حافظ ابن حجرؒ امام بخاریؒ کے قائم کردہ ترجمۃ الباب اور اس کے تحت لائی گئی احادیث میں مناسبت کے ذکر کرنے کا بھی خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ اس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں۔

مرتکب کبیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَاسْتَدَلَّ الْمُؤَلِّفُ أَيْضًا عَلَی أَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا ارْتَكَبَ مَعْصِيَةً لَا يَكْفُرُ بِأَنَّ اللَّہَ تَعَالَی أَبْقَی عَلَيْہِ اسْمَ الْمُؤْمِنَ فَقَالَ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخويكم وَاسْتَدَلَّ أَيْضًا بِقَوْلِہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْہِمَا فَسَمَّاہُمَا مُسْلِمَيْنِ مَعَ التَّوَعُّدِ بِالنَّارِ(۹)

باب (اگر مومنوں کی دو جماعتیں باہم لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔) اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مومنین رکھا، اگر دو مسلمان تلواروں کے ساتھ آمنے سامنے آجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔

مؤلف نے اس چیز پر استدلال کیا ہے کہ جب کوئی مومن معصیت کا ارتکاب کرے تو وہ کافر نہیں ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں اس پر مومن کا نامی باقی رکھا ہے۔{وإن طائفتان} پھر فرمایا "بے شک مومنین باہم بھائی بھائی ہیں اس لیے ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔" نیز حدیث۔نبوی ﷺ "إذا التقى المسلمان بسيفهما" کو لا کر بھی اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگرچہ ان دونوں کو آگ کی وعید سنائی گئی ہے لیکن ان کو نام مسلمانوں کا ہی دیا ہے۔

دوسری مثال ملاحظہ ہو:

(قَوْلُهُ: دُعَاؤُكُمْ إِيمَانُكُمْ) اس باب کے تحت امام بخاری نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ارکان اسلام والی حدیث کو ذکر کیا ہے اس استدلال کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

وَوَجْهُ الدِّلَالَةِ لِلْمُصَنِّفِ أَنَّ الدُّعَاءَ عَمَلٌ وَقَدْ أَطْلَقَهُ عَلَى الْإِيمَانِ فَيَصِحُّ إِطْلَاقُ أَنَّ الْإِيمَانَ عَمَلٌ وَقِيلَ مَعْنَى الدُّعَاءِ هُنَا الطَّاعَةُ وَيُؤَيِّدُهُ حَدِيثُ النُّعْمَانِ بْنُ بَشِيرٍ أَنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ (۱۰)

مصنف کے استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ دُعا ایک عمل ہے جس کا اطلاق ایمان پر کیا ہے لہذا ایمان کو عمل قرار دینا درست ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دعا سے مراد یہاں پر اطاعت ہے جس کی تائید نعمان بن بشیر کی حدیث " دعا وہ عبادت ہی ہے " سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری کی احادیث یا رجال پر اعتراضات کا ردّ

امام بخاریؒ کی پیش کردہ روایات اور رجال پر بعض آئمہ نے جرح و نقد کیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے ان روایات کا دفاع کرتے ہوئے ان اعتراضات کے شافی و کافی جواب دیئے ہیں مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

کتاب الزکاۃ میں وجوب زکاۃ پر امام بخاریؒ نے چند روایات ذکر کی ہیں۔ان میں سے ایک روایت پر امام دار قطنی نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی روایت مرفوع اور متصل ہے جبکہ دوسری روایت جو کہ ابو زرعہ سے ہے وہ مرسل ہے۔

قَالَ الدَّارَقُطْنِيّ وَأَخْرَجَا جَمِيعًا حَدِيث عَفَّان عَن وهيب عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أبى هُرَيْرَة أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم دلَّنِي على عمل إِذا أَنا عملته دخلت الْجنَّة۔۔۔الحدیث(۱۱)

وَقد رَوَاهُ يحيى الْقطَّانُ عَن أبي حَيَّان فَخَالف وهيبا فَأرْسلهُ وَلم يذكر أَبَا هُرَيْرَة انْتهى ،وَقد أخرج البُخَارِيّ حَدِيث يحيى الْقطَّان عقيب حَدِيث وهيب فأشعر بِأَن الْعلَّة لَيست بقادحة لِأَن وهيبا حَافظ فَقدم رِوَايَته لِأَن مَعَه زِيَادَة(۱۲)

امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں:

''امام بخاری و مسلم دونوں نے حدیث عفان وھیب سے اس نے ابی حیان سے،اس نے ابو زرعۃ سے اور اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک آدمی نے نبیؐ سے عرض کیا'' مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں...'' الخ

یہی روایت جب یحییٰ القطان نے ابو حیان سے نقل کی تو وھیب کی مخالفت کرتے ہوئے اسے مرسل بیان کیا اور سیدنا ابو ھریرہ کا واسطہ ترک کر دیا۔ انتھی

حافظ ابن حجرؒ نے یوں جواب دیا:

امام بخاریؒ نے یحییٰ القطان کی روایت وھیب کی روایت کے بعد نقل کر کے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ یہ علت قادحہ نہیں ہے۔کیونکہ وھیب ''حافظ'' ہے اور وھیب کی روایت کو مقدم اس لیے کیا کہ اس میں معنیٰ کی زیادتی ہے۔

مختلف نسخوں کا تقابل

حافظ ابن حجرؒ کی صحیح بخاری کے رُواۃ اور ان رُواۃ سے نقل کرنے والے رواۃ پر بہت گہری نظر ہے۔آپ دوران شرح ان رُواۃ کے لفظی اختلافات کا بھی ذکر کرتے ہیں اور بوقت ضرورت ترجیح بھی دیتے ہیں۔

مثلاً کتاب الجنائز کے باب نمبر ۵۶ باب سنۃ الصلاۃ علی الجنائز کے تحت ''وقال الحسن: أدركت الناس و أحقهم على جنائزهم من رضوهم لفرائضهم''

امام حسن کے قول کے بارے میں اختلاف رواۃ ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وَقَوْلُهُ مَنْ رَضُوهُ فِي رِوَايَةِ الْحَمَوِيِّ وَالْمُسْتَمْلِي مَنْ رَضُوهُمْ بِصِيغَةِ الجمع (۱۳)

اسی طرح کتاب الوضوء، باب المضمضۃ فی الوضوء کے تحت حدیث کے الفاظ ''ثم غسل كلّ رجل ثلاثا'' کے بارے رواۃ کا اختلاف یوں بیان کرتے ہیں۔

قَوْلُہُ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ كَذَا لِلْأَصِيلِيِّ وَالْكُشْمِيهَنِيِّ ،وَلِابْنِ عَسَاكِرَ كِلْتَا رِجْلَيْہِ وَہِيَ الَّتِي اعْتَمَدَہَا صَاحِبُ الْعُمْدَةِ وَلِلْمُسْتَمْلِي وَالْحَمَوِيِّ كُلُّ رِجْلِہِ وَہِيَ تُفِيدُ تَعْمِيمَ كُلِّ رِجْلٍ بِالْغَسْلِ وَفِي نُسْخَةٍ رِجْلَيْہِ بِالتَّثْنِيَةِ وَہِيَ بِمَعْنَى الْأُولَى (۱۴)

قولہ ''ثم غسل کل رجل ثلاثا'' اصیلی اور کشمھینی نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے،ابن عساکر کے ہاں ''کلتا رجلیہ'' کے الفاظ ہیں اور صاحب عمدہ نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔ مستملی اور حموی کے ہاں''کل رجلہ'' کے الفاظ ہیں اور یہ الفاظ اس بات کا فائدہ دیتے ہیں کہ دھونے کے اعتبار سے ہر ایک پاؤں کو مکمل دھونا چاہیے جبکہ ایک نسخہ میں''رِجلَیۃِ'' کے الفاظ ہیں اور یہ پہلے معنی میں ہی ہے۔

رجال اور اسناد کی بحث

حافظ ابن حجرؒ صحیح بخاری کے رجال اور اس کی اسناد پر بہت عالمانہ بحث کرتے ہیں،ایک روایت کی مختلف اسناد کو جمع کر کے ان پر محققانہ تبصرہ کرتے ہیں جس کی ایک جھلک کتاب الوضوء حدیث نمبر ۲۳۳ کے ضمن سے پیش خدمت ہے۔

(۵)قولہ ''عن أيوب عن أبى قلابة'' امام بخاریؒ نے اسی طرح روایت کیا، امام ابو داؤد نے بھی سلیمان بن حرب کے واسطے سے امام بخاری کی متابعت کی۔امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابو داؤد سجستانی اور ابو داؤد حرانی سے اسی طرح نقل کیا اور ابو نعیم نے بھی اپنی مستخرج میں یوسف القاضی اور ان سب نے سلیمان بن حرب سے اسی طرح بیان کیا۔(یعنی ایوب اور ابو قلابہ کے درمیان مولیٰ ابی قلابہ کا تذکرہ نہیں کیا۔)

جبکہ امام مسلم نے ان کی مخالفت کی، انھوں نے ''ھارون بن عبداللہ عن سلیمان بن حرب'' کے واسطے سے یہ روایت بیان کی تو ایوب اور ابی قلابہ کے درمیان ابو رجاء مولیٰ ابی قلابہ کا اضافہ کیا،اسی طرح ابو عوانہ نے ''ابوامیہ طرطوسی عن سلیمان'' کے واسطے سے بیان کیا۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابو رجاء کو سند میں لانا اور حذف کرنا دونوں طرح درست ہے کیونکہ ایوب نے خاص طور پر ''قصہ عرنیین'' ابی قلابہ سے نقل کیا اور یہی واقعہ حماد بن زید کے اکثر شاگرد اس سے اسی طرح بیان کرتے ہیں اور یہی حدیث ایوب، ابو رجاء مولیٰ ابی قلابہ کے واسطے سے

بھی ابی قلابہ سے بیان کرتا ہے اور اس میں ابو قلابہ کا سیدنا عمر بن عبد العزیز کے ساتھ طویل قصہ بھی زیادہ بیان کیا ہے۔ نیز حجاج الصواف نے ابو رجاء سے یہی روایت نقل کر کے ایوب کی موافقت بھی کی ہے۔اس لیے روایت کے دونوں طرق صحیح ہیں۔

راویوں پر حکم لگانا بھی آپ کی شرح میں عام ملتا ہے مثلاً کتاب الاذان میں ایک روایت کے بارے یوں رقم طراز ہیں:

وَقَالَ أَبُو مجلز :وَصلہ ابن أَبِی شَیْبَۃَ عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ لَیْثِ بْنِ أَبِی سُلَیْمٍ عَنْہُ بِمَعْنَاہُ وَلَیْثٌ ضَعِیفٌ(١٦)

ابو مجلز نے کہا ہے: اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے معتمر عن لیث بن أبی سلیم سے موصول بیان کیا جو اسی معنی میں ہے جب کہ لیث ضعیف ہے۔

امام بخاریؒ کی ذکر کردہ معلق وموقوف روایات کو متصل ذکر کرنا

طلبہ حدیث بخوبی واقف ہیں کہ امام بخاری اپنی کتاب میں بہت سی معلق اور موقوف روایات ذکر کرتے ہیں۔حافظ ابن حجر نے ان موقوفات اور تعلیقات کے بیان میں ایک مستقل کتاب ''تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری'' کے نام سے لکھی ہے جو کہ پانچ جلدوں میں مطبوع ہے،اپنی شرح میں بھی وہ امام بخاریؒ کی ذکر کردہ معلق وموقوف روایات کو متصل بیان کرنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ آپ نے امام بخاریؒ کی تمام مذکورہ معلق روایات کو متصل ذکر کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً کتاب الأذان کے باب الْجَمْعِ بَیْنَ السُّورَتَیْنِ فِی رَکْعَۃٍ وَالْقِرَاءَۃِ بِالْخَوَاتِمِ وَبِسُورَۃٍ قَبْلَ سُورَۃٍ وَبِأَوَّلِ سُورَۃٍ کے تحت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک معلق روایت امام بخاری یوں لائے ہیں:

وَیُذْکَرُ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ السَّائِبِ، قَرَأَ النَّبِیُّ ﷺ المُؤْمِنُونَ فِی الصُّبْحِ، حَتَّی إِذَا جَاءَ ذِکْرُ مُوسَی وَہَارُونَ أَوْ ذِکْرُ عِیسَی (١٧)

حافظ ابن حجرؒ نے اس کو متصل یوں بیان کیا ہے:

قَوْلُہُ وَیُذْکَرُ عَنْ عَبْدِاللہ بن السَّائِب أَی ابن أبی السَّائِب بن صَیْفِی بن عَابِدِ بموحدۃ بْنِ عَبْدِ اللَّہِ بْنِ عُمَرَ بْنِ مَخْزُومٍ ،وَحَدِیثُہُ ہَذَا وَصلہ مُسلم من طَرِیق ابن جُرَیْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ یَقُولُ أَخْبَرَنِی أَبُو سَلَمَۃَ بْنُ سُفْیَانَ وَعَبْدُ اللَّہِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللَّہِ بْنُ الْمُسَیَّبِ الْعَابِدِیُّ کُلُّہُمْ عَنْ عَبْدِ اللَّہِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلَّی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ بِسُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَہَارُون (۱۸)

اسی طرح ایک دوسری جگہ کتاب الأذان، باب إمامة العبد والموالی میں حضرت عائشہ پر موقوف معلق روایت کو امام بخاریؒ نے یوں ذکر کیا: وَكَانَتْ عَائِشَةُ: يَؤُمُّہَا عَبْدُہَا ذَكْوَانُ مِنَ المُصْحَفِ

حضرت عائشہ کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر ان کی امامت کرواتا تھا۔

اس روایت کو حافظ ابن حجرؒ نے یوں متصل ذکر کیا ہے:
قَوْلُہُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ إِلَخْ وَصَلَہُ أَبُو دَاوُدَ فِي كِتَابِ الْمَصَاحِفِ مِنْ طَرِيقِ أَيُّوبَ عَن ابن أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَ يَؤُمُّہَا غُلَامُہَا ذَكْوَان فِي الْمُصحف (۱۹)

پھر اس کے بعد اس موقوف روایت کے مزید متصل طرق ذکر کیے ہیں۔

حدیث الباب کے متعلقہ تمام روایات وشواہد کا بیان

حافظ ابن حجرؒ حدیث الباب کی شرح کرتے وقت اس سے متعلقہ تمام طرق حدیث کو ملحوظ رکھتے ہیں اور ان کی روشنی میں ہی حدیث الباب کی شرح کرتے ہیں۔اس طرح حدیث الباب میں جو کوئی حصہ مجمل ہو تو اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ نیز متن حدیث میں جہاں کہیں معمولی سا بھی لفظی اختلاف ہو تو اس کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔اس کی مثالیں فتح الباری میں بکثرت موجود ہیں چند ایک امثلہ بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں۔

کتاب التفسیر ،باب "ویسألونک عن الروح" کے تحت "بینا أنا مع النبی ﷺ فی حرث" کے بارے میں رقم طراز ہیں:

قولہ "فی حرث" اس روایت کو امام مسلم نے مسروق کے واسطے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے "اور آپ کھجوروں کے درختوں میں تھے" اور کتاب العلم والی روایت میں اضافہ ہے کہ "مدینہ منورہ میں" ابن مردویہ نے ایک دوسرے طریق سے اعمش سے یوں نقل کیا "انصار کے ایک کھیت میں تھے" اور یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ امام ترمذی نے سیدنا ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں فرمایا "قریش نے

یہودیوں سے کہا! ہمیں کوئی ایسی چیز بتاؤ جس کے بارے اس آدمی (نبی ﷺ) سے سوال کریں ،انھوں نے کہا اس سے روح کے بارے میں سوال کرو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی اور اس روایت کے رجال صحیح مسلم کے ہی ہیں۔

علاوہ ازیں ابن اسحق نے بھی ایک دوسری سند کے ساتھ ابن عباس سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ان کے درمیان جمع اس طرح ممکن ہے کہ اسے تعدد نزول پر محمول کیا جائے اس طرح کہ آپ کے دوسری مرتبہ سکوت کو اس بارے میں مزید وضاحت کی توقع پر محمول کیا جائے۔اگر یہ ممکن ہو تو بہتر ورنہ جو صحیح میں ہے وہی زیادہ درست ہے۔(۲۰)

اسی طرح کتاب الأذان باب جہر الامام بالتأمین کے تحت حدیث نمبر ۷۸۰ کے الفاظ ''فإنہ من وافق تأمینہ تأمین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ'' الخ کے بارے میں مختلف طرق جمع کرتے ہیں۔

قَوْلُہُ فَإِنَّہُ من وَافق زَاد یُونُس عَن ابن شِہَابٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ فَإِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تُؤَمِّنُ قَبْلَ قَوْلِہِ فَمَنْ وَافَقَ وَکَذَا لِابْنِ عُیَیْنَۃَ عَنِ بن شِہَابٍ کَمَا سَیَأْتِی فِی الدَّعَوَاتِ........ وَسَیَأْتِی فِی رِوَایَۃِ الْأَعْرَجِ بَعْدَ بَابٍ وَقَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ فِی السَّمَاءِ آمِینَ وَفِی رِوَایَۃِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْآتِیَۃِ أَیْضًا فَوَافَقَ ذَلِکَ قَوْلَ أَہْلِ السَّمَاءِ وَنَحْوِہَا لِسُہَیْلٍ عَنْ أَبِیہِ عِنْدَ مُسْلِمٍ وَرَوَی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عِکْرِمَۃَ قَالَ صُفُوفُ أَہْلِ الْأَرْضِ عَلَی صُفُوفِ أَہْلِ السَّمَاءِ فَإِذَا وَافَقَ آمِینَ فِی الْأَرْضِ آمِینَ فِی السَّمَاءِ غُفِرَ لِلْعَبْدِ انْتَہَی وَمِثْلُہُ لَا یُقَالُ بِالرَّأْیِ فَالْمَصِیرُ إِلَیْہِ أَوْلَی (۲۱)

قولہ ''فَإِنَّہُ مَنْ وَافَقَ'' امام مسلم کے ہاں یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے اضافہ کیا ہے ''بے شک فرشتے آمین کہتے ہیں'' اور یہ قول ''فمن وافق'' سے پہلے ہے،کتاب الدعوات میں آئے گا کہ ابن عیینہ نے بھی ابن شہاب سے اسی طرح نقل کیا ہے :اس باب کے بعد اعرج کی روایت میں آئے گا کہ ''فرشتے آسمانوں میں آمین کہتے ہیں۔'' محمد بن عمرو کی اگلی آنے والی روایت میں یوں ہے ''پس اگر یہ آسمان والوں کے قول کے موافق ہو جائے'' امام مسلم کے ہاں ''سہیل عن ابیہ'' سے بھی یہی روایت ہے،امام عبدالرزاق نے عکرمہ سے اس طرح نقل کیا ہے ''زمین والوں کی طرح آسمان

والوں کی بھی صفیں ہیں پس اگر زمین کی آمین آسمان کی آمین سے موافق ہو جائے تو بندے کو بخش دیا جاتا ہے۔" انتھی۔اس طرح کی بات چونکہ اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے اسی پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔

الفاظ کی لغوی تحقیق

حافظ ابن حجرؒ کا اسلوب ہے کہ حدیث الباب کے مشکل الفاظ کی لغوی وضاحت آئمہ لغت کے اقوال سے کرتے ہیں،اس کی مثالیں بھی بکثرت فتح الباری میں موجود ہیں مثلاً:

کتاب الحج کے باب مُہَلُّ أَہْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ میں لفظ "مُہل" کی لغوی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

الْمُہَلُّ بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِ الْہَاءِ وَتَشْدِيدِ اللَّامِ مَوْضِعُ الْإِہْلَالِ وَأَصْلُہُ رَفْعُ الصَّوْتِ لِأَنَّہُمْ كَانُوا يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَہُمْ بِالتَّلْبِيَةِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ ثُمَّ أُطْلِقَ على نفس الْإِحْرَام اتساعا .... وَقَالَ أَبُو الْبَقَاءِ الْعُكْبَرِيُّ ہُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الْإِہْلَالِ كَالْمُدْخَلِ وَالْمُخْرَجِ بِمَعْنَى الْإِدْخَالِ وَالْإِخْرَاجِ (۲۲)

"المهل" اس کے میم پر پیش،ھاء پر زبر اور لام پر شد ہے اس سے مراد وہ جگہ جہاں تلبیہ پڑھا جاتا ہے اس کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے کیونکہ وہ لوگ احرام باندھنے کے وقت تلبیہ پڑھتے ہوئے آوازیں بلند کیا کرتے تھے، پھر معنٰی میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اس کا اطلاق خود احرام پر ہونے لگا۔۔۔ابو البقاء عبکری کے بقول "یہ مصدر بمعنی اِہلال ہے جیسا کہ مخرج اور مدخل بمعنی اِخراج اور اِدخال استعمال ہوتے ہیں۔

اسی طرح کتاب الزکوٰة کے بَابٌ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ الرِّكَازُ بِكَسْرِ الرَّاءِ وَتَخْفِيفِ الْكَافِ وَآخِرُہُ زَايٌ الْمَالُ الْمَدْفُونُ مَأْخُوذٌ مِنَ الرَّكْزِ بِفَتْحِ الرَّاءِ يُقَالُ رَكَزَہُ يَرْكُزُہُ رَكْزًا إِذَا دَفَنَہُ فَہُوَ مَرْكُوزٌ (۲۳)

"الركاز" راء پر زیر،کاف غیر مشدد اور آخری حرف زاء کے ساتھ ہے اس کا معنی مال مدفون ہے اور یہ لفظ راء کے فتح کے ساتھ "رَكز" سے ماخوذ ہے۔رَکَزَ بمعنی دفن کرنا اور مرکوز بمعنی دفن کی گئی چیز۔

غریب الفاظ کے معانی اور وضاحت

حافظ ابن حجرؒ نے غریب الفاظ کی شرح کے لیے پوری ایک فصل مقدمہ فتح الباری ''ھدی الساری'' میں قائم کی ہے۔ نیز دوران شرح بھی ان کی وضاحت کرتے ہیں مثلاً:

سورۃ البلد کی آیت ''أو إطعام فی یوم ذی مسغبۃ'' میں لفظ مسغبۃ'' کے معانی ''مجاعۃ'' (بھوک) ذکر کیے ہیں۔(۲۴)

اسی طرح کتاب الحج میں بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا کے تحت آیت وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَإِذ جعلنَا الْبَيْت مثابۃ للنَّاس وَأمنا،وَقَوْلُهُ تَعَالَى مَثَابَةً أَيْ مَرْجِعًا لِلْحُجَّاجِ وَالْعُمَّارِ يَتَفَرَّقُونَ عَنْهُ ثُمَّ يَعُودُونَ إِلَيْهِ(۲۵)

''مثابۃ'' یعنی حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لیے لوٹنے کی جگہ جہاں سے وہ الگ الگ (منتشر) ہوتے ہیں اور پھر اسی کی طرف پلٹتے ہیں۔''

کتاب التفسیر میں مختلف قراءات کا اہتمام

کتاب اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین الفاظ کی مختلف قراءات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی کتاب التفسیر میں اس کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔

مثلاً کتاب التفسیر میں سورۃ الانبیاء کے لفظ ''جذاذا'' کی قراءت کے بارے حافظ علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں:

قَرَأَ الْجُمْهُور جُذاذا بِضَم أَولہ وہواسم لِلشَّيْءِ الْمُكَسَّرِ كَالْحُطَامِ فِي الْمُحَطَّمِ وَقِيلَ جَمْعُ جذاذۃ كزجاج وزجاجۃ وَقَرَأَ الْكسَائی وابن مُحَيْصِنٍ بِكَسْرِ أَوَّلِہِ فَقِيلَ ہُوَ جَمْعُ جَذِيذٍ ككرام وكريم وفيہَا قِرَاءَاتٌ أُخْرَى فِي الشَّوَاذ (۲۶)

''جُذاذا'' جمہور نے پہلے حرف کو پیش دیتے ہوئے اسے ''جذاذا'' پڑھا ہے اور یہ ایسی چیز کا نام ہے جو توڑ دی گئی ہو جیسا کہ حطام بمعنی محطّم ہے یعنی ریزہ ریزہ کی گئی چیز اور بعض کے مطابق یہ زُجاج اور زُجاجۃ کی طرح جُذاذۃ کی جمع ہے، امام کسائی اور ابن محیصن نے پہلے حرف کو زیر دے

کر ''جِذاذا'' پڑھا ہے اور یہ ''جَذِیذ'' کی جمع ہو گی جیسے کِرامٌ، کریمٌ کی جمع ہے، اس لفظ میں اور بھی شاذ قراءات ہیں۔

اسی طرح کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ بَابُ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى ۔میں لفظ فَصُرْهُنَّ کے بارے میں کہتے ہیں:

''فَصِرْ هُنَّ ''قراءات کے ناقلین کا سیدنا ابن عباس سے اس لفظ کے اعراب کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک قول ہے کہ پہلے حرف (صاد) کو کسرہ دیا جائے گا جیسا کہ امام حمزہ کی قراءت ہے،ایک قول ہے کہ پہلا حرف (صاد) مضموم ہو گا جیسا کہ جمہور کی قراءت ہے،ایک قول کے مطابق یہ لفظ باب ''صَرَّ يَصِرُّ'' (بمعنی جمع کرنا) سے ہے راء مشدّد ہو گی اور صاد (پہلا حرف) پر کسرہ یا ضمہ پڑھ سکتے ہیں یعنی ''صِ ُرَّ هُنَّ'' جبکہ ابو البقاء کے بقول اس آخری قراءت میں راء پر تینوں حرکات (ضمہ، فتحہ، کسرہ) پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ قول شاذ ہے۔(۲۷)

الفاظ کی نحوی وصرفی تحقیق اور نکات

حافظ علیہ الرحمہ دوران شرح مختلف مواقع پہ الفاظ کی صرفی ونحوی وضاحت اور مفید علمی نکات پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ان دقیق نحوی نکات کا شرعی مسائل کے استنباط پر بھی اثر ہوتا ہے،اس کی چند امثلہ حسب ذیل ہیں:

کتاب الاذان باب " إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ''میں حدیث کے الفاظ میں إذا کبر الامام فکبروا کے بارے میں لکھتے ہیں:

ابن بطال اور اس کے متبعین حتی کہ ابن دقیق العید کا قول ہے کہ ''فکبروا'' میں ''فاء'' تعقیب کے لیے ہے،ان کے بقول''کبّروا'' صیغہ امر ہے اور فاء تعقیب کے لیے ہے،اس لیے اس کا تقاضا ہے کہ مقتدی کا فعل امام کے فعل کے بعد واقع ہو۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں ان کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ فائے تعقیب فائے عاطفہ ہوتی ہے جبکہ ''فکبروا'' میں تو فاء صرف ربط کے لیے ہے کیونکہ وہ جواب شرط کے طور پر آئی ہے،اس طرح مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ میں فاء اس چیز کا تقاضا نہیں کرتی کہ مقتدی کے افعال امام سے متاخر ہوں الا یہ کہ اس

قول کو تسلیم کر لیا جائے جس کے مطابق شرط جزاء پر مقدم ہوتی ہے جبکہ ایک گروہ کا موقف ہے کہ جزاء شرط کے ساتھ ہوتی ہے تو یہ قول مقارنت کا متقاضی ہے۔"(۲۸)

کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ "لایسئلون الناس الحافا" کے تحت لفظ "کبکبوا" کے بارے رقم طراز ہیں:

(فکبکبوا) کتاب الایمان میں اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے اور امام بخاری نے حسب عادت لفظ غریب کی تفسیر کو نقل کیا ہے جب وہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ دیکھتے ہیں جو قرآن کے موافق ہو "غیر واقع" کا معنی لازم ہے اور "وقع" متعدی کو کہتے ہیں امام صاحب کا مقصود یہ ہے کہ یہ کلمہ ایسے نادر کلمات میں سے ہے جو تصریفی قاعدے کے برعکس ثلاثی حالت میں متعدی اور مزید فیہ ہونے کی صورت میں لازم ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ "اکب" کا الف صیرورت (ایک حالت سے دوسری حالت میں چلے جانا) کے معنی میں ہو۔(۲۹)

اسی طرح کتاب الوضوء باب "المسح علی الخفین" کے تحت فقال عمر لعبد اللہ نحوہ "میں لفظ "نحوہ" کے اعراب کے بارے میں رقم طراز ہیں: قولہ "نحوہ" بالنصب لأنہ مقول القول(۳۰)

قولہ (نحوہ) اس کی نصبی حالت ہے اس لیے کہ یہ قول کا مقولہ ہے۔

کتاب کے آخر میں احادیث کا عمومی جائزہ

حافظ صاحب کی شرح صحیح بخاری میں ایک بہت عمدہ خصوصیت یہ ہے کہ ہر کتاب کے آخر پر اس کتاب کی احادیث کا عمومی جائزہ پیش کرتے ہیں جس میں احادیث کی تعداد، مرفوع و موقوف اور معلق روایات کا ذکر اور مکرر روایات کی تعداد بتاتے ہیں نیز صحیح بخاری کی روایات کی صحیح مسلم میں موافقت کا تذکرہ بھی کرتے ہیں مثلاً کتاب الجنائز کے آخر میں رقم طراز ہیں:

خَاتِمَۃٌ اشْتَمَلَ كِتَابُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَرْفُوعَۃِ عَلَى مِائَتَيْ حَدِيثٍ وَعَشَرَۃِ أَحَادِيثَ الْمُعَلَّقُ مِنْ ذَلِکَ وَالْمُتَابَعَۃُ سِتَّۃٌ وَخَمْسُونَ حَدِيثًا وَالْبَقِيَّۃُ مَوْصُولَۃٌ الْمُكَرَّرُ مِنْ ذَلِکَ فِيہِ وَفِيمَا مَضَى مِائَۃُ حَدِيثٍ وَتِسْعَۃُ أَحَادِيثَ وَالْخَالِصُ مِائَۃُ حَدِيثٍ وَحَدِيثٍ وَافَقَہُ مُسْلِمٌ عَلَى تَخْرِيجِہَا سِوَى أَرْبَعَۃٍ وَعِشْرِينَ حَدِيثًا وَہِی....(۳۱)

خاتمہ: کتاب الجنائز میں (۲۱۰) مرفوع احادیث ہیں معلق اور متابعت میں لائی گئی روایات چھپن ہیں بقیہ موصول احادیث ہیں، ایک سو نو ایسی مکرر روایات ہیں جو کہ اس کتاب میں یا اس سے ماقبل میں گزر چکی ہیں بقیہ ایک سو ایک بغیر تکرار کے آئی ہیں ان (۲۱۰) میں سے چوبیس کے علاوہ بقیہ سب امام مسلم کی صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح کتاب الزکاۃ کے آخر میں رقم طراز ہیں:

کتاب الزکاۃ میں کل ایک سو بہتر (۱۷۲) احادیث ہیں جن میں سے ایک سو نو (۱۰۹) احادیث موصولہ ہیں باقی متابعت میں یا معلق ذکر کی گئی ہیں اس کتاب میں یا اس سے قبل میں مکرر احادیث پوری سو (۱۰۰) ہیں نئی آنے والی بہتر (۷۲) احادیث ہیں امام مسلم نے سترہ (۱۷) احادیث کے علاوہ باقی کی تخریج میں امام بخاری کی موافقت کی ہے جو سترہ یہ ہیں۔۔۔۔۔"(۳۲)

حدیث کے آخر میں فوائد کا تذکرہ

حافظ ابن حجر احادیث کی تشریح کے دوران کچھ فوائد کا بھی ذکر کرتے ہیں جو کہ علمی معلومات اور فوائد سے بھرپور ہوتے ہیں مثلاً کتاب الحج کے باب نمبر ے کے آخر پر فرماتے ہیں:

تنبیہ: الأفضل فی کل میقات أن یحرم من طرفہ الأبعد من مکۃ فلو أحرم من طرفہ الأقرب جاز۔(۳۳)

تنبیہ: کسی بھی میقات سے احرام باندھنے کے لیے سب سے افضل جگہ وہ ہے جو مکہ سے زیادہ دور ہو، البتہ میقات کی وہ طرف جو مکہ سے قریب تر ہو وہاں سے احرام باندھنا بھی جائز ہے۔"

اسی طرح رفع الیدین کے طریقہ کے بارے میں فائدہ ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"(فائدۃ) لم یرد ما یدل علی التفرقۃ فی الرفع بین الرجل والمرأۃ، وعن الحنفیۃ یرفع الرجل إلی الأذنین والمرأۃ إلی المنکبین لأنہ أسترلھا واللہ أعلم۔"(۳۴)

"کوئی ایسی نص وارد نہیں ہوئی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ رفع الیدین کرنے میں مرد اور عورت کے لیے طریقہ الگ الگ ہے، حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا جبکہ عورت کندھوں تک کیونکہ یہ عورت کے لیے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔"

اسی طرح باب ''إثم مانع الزكاة''کے تحت حدیث نقل کر کے تشریح میں قول ''ولا ینفقونها فی سبیل الله''کے بارے میں رقم طراز ہیں:

تنبیہ- : آیت میں ''سبیل اللہ'' سے معنی عام مراد ہے مصارف زکوۃ والا ''سبیل اللہ'' مراد نہیں۔اگر مؤخرالذکر مراد ہوتا توآیت کے تقاضا کے مطابق اسی پر خرچ کرنا خاص ہو جاتا۔''

حالات کا تذکرہ

حافظ ابن حجر کسی بھی حدیث کی مکمل تشریح ایک ہی جگہ نہیں کرتے بلکہ باب سے متعلقہ حصہ کی شرح اس جگہ اور بقیہ حدیث کے بارے فرمادیتے ہیں :اس کی شرح فلاں کتاب کے فلاں باب میں ہو گی اس طرح کرنے کا مقصد تکرار اور طوالت سے گریز کرنا ہے۔ مثلاً کتاب الجنائز میں باب مَنْ لَمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ قَوْلُهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمَا فِي لَيْلَتِكُمَا وَسَيَأْتِي الْكَلَامُ عَلَى قِصَّةِ تَحْنِيكِهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ حَيْثُ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي العقيقہ (۳۵)

قولہ ''لعل اللہ'' بچے کی تحنیک (پیدائش کے وقت کوئی میٹھی چیز بچے کے منہ میں چبا کر ڈالنا) اور دیگر معاملات کا تذکرہ ''کتاب العقیقہ'' میں ہوگا جہاں مصنف یہ روایت لائے ہیں۔

اسی طرح کتاب العیدین، بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلَّى میں فرماتے ہیں:

وَسَيَأْتِي الْكَلَامُ عَلَى الْجِلْبَابِ وَعَلَى بَقِيَّةِ فَوَائِدِ هَذَا الْحَدِيثِ بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَبْوَابٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى(۳۶)

دوپٹے اور اس حدیث کے بقیہ فوائد کے بارے میں مزید بات چار ابواب کے بعد ہو گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ

ظاہری تعارض کی صورت میں تطبیق دینا

حافظ صاحب کی شرح اس خصوصیت سے بھی مزین ہے کہ آپ باہم متعارض احادیث میں مسلمہ اصول و قواعد کے مطابق تطبیق دیتے ہیں یا ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً کتاب الوضوء میں حدیث نمبر ۱۷۲ کے تحت مسئلہ ''اگر کتا برتن میں منہ ڈالے تو سات مرتبہ دھونا ہے۔اب ایک روایت میں ہے: پہلی

مرتبہ مٹی سے دھوئیں دوسری میں ہے: آخری مرتبہ اور تیسری روایت میں ہے کہ پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے دھوئیں" کے بارے تطبیق صورت یوں ذکر کرتے ہیں۔

فَطَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ أَنْ يُقَالَ إِحْدَاهُنَّ مُبْهَمَةٌ وَأُولَاهُنَّ وَالسَّابِعَةُ مُعَيَّنَةٌ وأو إِنْ كَانَتْ فِي نَفْسِ الْخَبَرِ فَهِيَ لِلتَّخْيِيرِ فَمُقْتَضَى حَمْلِ الْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ أَنْ يُحْمَلَ عَلَى أَحَدِهِمَا لِأَنَّ فِيهِ زِيَادَةً عَلَى الرِّوَايَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَهُوَ الَّذِي نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ وَالْبُوَيْطِيُّ وَصَرَّحَ بِهِ الْمَرْعَشِيُّ وَغَيْرُهُ من الْأَصْحَاب وَذكره ابن دَقِيقِ الْعِيدِ وَالسُّبْكِيُّ بَحْثًا وَهُوَ مَنْصُوصٌ كَمَا ذَكَرْنَا وَإِنْ كَانَتْ أَوْ شَكًّا مِنَ الرَّاوِي فَرِوَايَةُ مَنْ عَيَّنَ وَلَمْ يَشُكَّ أَوْلَى مِنْ رِوَايَةِ مَنْ أَبْهَمَ أَوْ شَكَّ فَيَبْقَى النَّظَرُ فِي التَّرْجِيحِ بَيْنَ رِوَايَةِ أُولَاهُنَّ وَرِوَايَةِ السَّابِعَةِ وَرِوَايَةُ أُولَاهُنَّ أَرْجَحُ مِنْ حَيْثُ الْأَكْثَرِيَّةِ وَالْأَحْفَظِيَّةِ وَمِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى أَيْضًا لِأَنَّ تَتْرِيبَ الْأَخِيرَةِ يَقْتَضِي الِاحْتِيَاجَ إِلَى غَسْلَةٍ أُخْرَى لِتَنْظِيفِهِ (٣٧)

ان روایات میں جمع کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ "احداھن" کو مبہم مانا جائے اور لفظ "أو لادھن" اور "السابعة" کو معین مانا جائے اور لفظ" أو" اگر روایت کا حصہ ہے تو یہ اختیار دینے کے لیے ہے اور مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا تقاضا ہے کہ لفظ احداھن (ایک مرتبہ) کو ان میں سے کسی ایک (او لاھن یا السابعة) پر محمول کیا جائے کیونکہ اس میں پہلی روایت سے زائد معنیٰ ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں اور بویطی اور المرعشی وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابن دقیق العید اور تاج السبکی نے بھی بحث کے بعد یہی نقل کیا ہے اور نص کے مطابق بھی یہی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اگر" أو" راوی کی طرف سے شک کا اظہار ہو تو تعیین کرنے والے اور شک نہ کرنے والے کی روایت ابہام ڈالنے والے اور شک کرنے والی کی روایت سے بہتر ہے۔ "او لاھن" والی روایت، اکثریت اور حفاظیت کے لحاظ سے راجح ہے اور معنی کے اعتبار سے بھی کیونکہ اگر آخری مرتبہ برتن کو مٹی لگائی جائے تو اس کو مزید ایک مرتبہ صفائی کی خاطر دھونا پڑے گا۔

اسی طرح قبور کی زیارت کا عورتوں کے لیے کیا حکم ہے؟ اس بارے علماء کے کئی اقوال ہیں بعض ممانعت، بعض کراہت، بعض وجوب اور بعض جواز کے قائل ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ سب کے اقوال ذکر کرنے کے بعد احادیثِ ممانعت اور جواز میں تطبیق یوں دیتے ہیں:

فَقَدْ يُقَالُ إِذَا أُمِنَ جَمِيعُ ذَلِکَ فَلَا مَانِعَ مِنَ الْإِذْنِ لِأَنَّ تَذَكُّرَ الْمَوْتِ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ (۳۸)

جب ہر طرح کے عوارض اور خطرات سے حفاظت کا انتظام ہو تو عورت کو زیارت قبور کی اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ موت کو یاد کرنے کی مرد وعورت دونوں کو ضرورت ہے۔

فقہی احکام کا استنباط

کسی حدیث کے الفاظ کی شرح اور متعلقہ مسئلہ پر بحث اور تنقیح کے بعد پھر اس حدیث سے اخذ ہونے والے مسائل کو ذکر کرتے ہیں اور آخر میں بہت سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں جس سے ان کی فقیہانہ استعداد اور بیدار مغزی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

باب المسح علی الخفین میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ذکر ہوئی ہے اس کے آخر میں اسی حدیث سے گیارہ فوائد کا استنباط کیا ہے۔

(۱) قضائے حاجت کے وقت (لوگوں سے) دور ہو جانا، (۲) لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جانا، (۳) ہمیشہ باوضو رہنا مستحب ہے، (۴) دینی امر میں کسی سے تعاون لینا جائز ہے جیسا کہ متعلقہ باب میں واضح کیا گیا ہے، (۵) استنجاء کرتے وقت ہاتھ کو لگنے والی گندگی دھونا، (۶) پانی کے بغیر یہ گندگی دور کرنا کافی نہیں ہوگا، (۷) مٹی یا کسی دوسری چیز کے ذریعے بو کو دور کرنے کے لیے تعاون لینا جائز ہے (۸) جو گندگی معمول سے زیادہ پھیل جائے وہ صرف پانی سے زائل ہوگی، (۹) جب مردار کی کھال رنگ لی جائے تو اس سے انتفاع جائز ہے، (۱۰) کفار کے کپڑوں کا جب تک نجس ہونا ثابت نہ ہو جائے، ان سے انتفاع جائز ہے، (۱۱) جن کا موقف ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت وضوء سے موزوں پر مسح کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اس حدیث میں ان کا رد ہے کیونکہ آیت وضوء غزوہ مریسیع میں نازل ہوئی اور یہ مسح کا واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو کہ بالاتفاق غزوہ مریسیع سے متاخر ہے۔(۳۹)

اسی طرح کتاب الوضوء "بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ"

اس باب سے احکام کا استنباط کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

الِاسْتِثْنَاءُ مُفَرَّغٌ وَالْمَعْنَى مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوءَ وَاجِبًا مِنَ الْخُرُوجِ مِنْ شَيْءٍ مِنْ مَخَارِجِ الْبَدَنِ إِلَّا مِنَ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ وَأَشَارَ بِذَلِکَ إِلَى خِلَافِ مَنْ رَأَى الْوُضُوءَ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْ غَيْرِهِمَا مِنَ الْبَدَنِ كَالْقَيْءِ وَالْحِجَامَةِ

وَغَيْرِهِمَا وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ نَوَاقِضَ الْوُضُوءِ الْمُعْتَبَرَةَ تَرْجِعُ إِلَى الْمَخْرَجَيْنِ فَالنَّوْمُ مَظِنَّةُ خُرُوجِ الرِّيحِ وَلَمْسُ الْمَرْأَةِ وَمَسُّ الذَّكَرِ مَظِنَّةُ خُرُوجِ الْمَذْيِ (۴۰)

یہاں استثناء مفرّغ ہے اور معنٰی یوں ہے ''جن لوگوں کے ہاں مخارج بدن میں سے صرف قُبل اور دُبر سے کسی چیز کے خارج ہونے سے وضوء واجب ہوتا ہے۔امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کرکے ان لوگوں کی مخالفت کی ہے جن کے ہاں قُبل اور دُبر کے علاوہ بھی بدن کے کسی حصہ سے کوئی چیز خارج ہونے سے وضوء واجب ہو جاتا ہے مثلاً قے آنے اور سینگی لگوانے سے،اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ معتبر نواقض وضوء صرف مخرجین سے کسی چیز کا نکلنا ہے جبکہ نیند میں ہوا خارج ہونے کا امکان ہے،عورت کے ساتھ ملامست اور مس ذکر میں خروجِ مذی کا امکان ہے(گویا ان دونوں صورتوں کا تعلق بھی مخرجین کے ساتھ ہے)

صحیح بخاری پر گذشتہ تحقیقی کام کا تنقیدی جائزہ

صحیح بخاری جیسی عظیم کتاب کی درجنوں شروحات ہیں اور اس کے شارحین میں بڑے بڑے نام بھی ہیں۔حافظ ابن حجر فتح الباری میں صحیح بخاری پر کیے گئے علما اور محدثین کے گذشتہ تحقیقی کام سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور سب کی معلومات کے جامع ہیں اسی طرح وہ ان علما کے اقوال و نظریات کا ناقدانہ جائزہ بھی لیتے ہیں،اس طرح وہ سابقہ کام کی جانچ پرکھ کا کام بھی کر جاتے ہیں۔

مثلاً علامہ دمیاطی کا تعاقب یوں فرماتے ہیں:

روایت کی سند میں ''عبداللہ بن حارث سے جو کہ ابن سیرین کے چچا کا بیٹا ہے'' وارد ہوا ہے علامہ دمیاطی نے اس روایت کا انکار کیا اور کہا'' عبداللہ بن حارث ابن سیرین کی بیٹی کا خاوند تھا،اس لیے وہ ابن سیرین کا داماد ہے نہ کہ چچا کا بیٹا،حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس امر میں کیا مانع ہے کہ ابن سیرین اور حارث رضاعی بھائی ہوں یا اس طرح کا کوئی اور تعلق ہو،اس لیے ایک قابل قبول احتمال کی موجودگی میں صحیح روایت کو غلط قرار دینا نامناسب ہے۔(۴۱)

ایک اور جگہ ابن المنیر اور ابن رشید کے مؤقف پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کتاب الأذان میں قولہ: باب تخفیف الإمام فی القیام وإتمام الرکوع والسجود میں لکھتے ہیں:

ابن المنیر اور اس کے متبعین ابن رشید وغیرہ نے کہا ہے کہ ترجمۃ الباب میں تخفیف کو قیام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے حالانکہ لفظ حدیث (فلیتجوز) عام ہے۔ (فلیتجوز) امام بخاریؒ نے ایسا اس لیے کیا کہ عموماً قیام ہی طویل ہوتا ہے، اس کے علاوہ کسی چیز کا اتمام مشقت کا باعث نہیں ہوتا، گویا انھوں نے اس حدیث کو قصہ معاذ پر محمول کیا ہے کیونکہ حدیث معاذ میں قرأت میں تخفیف کا حکم ہے۔ (ان کی بات اختصار) ختم ہوئی۔

''اور جو بات مجھے ظاہر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمۃ الباب کے ذریعے حدیث کے بعض دوسرے طرق میں وارد ہونے والے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ قصہ معاذ تو حدیث الباب کے مخالف ہے۔ سیدنا معاذ کا قصہ عشاء کی نماز میں تھا اور اس میں وہی امام تھے اور مسجد بنی سلمۃ کی تھی، جبکہ حدیث الباب میں مذکور قصہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ہے جو کہ مسجد قباء میں صبح کی نماز میں تھا اس کی صراحت مسند ابی یعلیٰ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ (۴۲)

آئمہ اربعہ ودیگر کے اقوال ذکر کر کے ترجیح دینا

شارحین کا مشہور انداز ہے کہ کسی بھی مسئلہ کے بیان میں مشہور آئمہ فقہ کے اقوال کو ذکر فرماتے ہیں، حافظ ابن حجر فقط اقوالِ آئمہ ذکر کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا ناقدانہ جائزہ لیکر ان میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔ اس طرح قاری کے سامنے ایک واضح مؤقف پیش کرتے ہیں، اس کی امثلہ فتح الباری میں بکثرت موجود ہیں۔ چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

مثلاً کتاب التیمم، باب التیمم للوجہ والکفین کے تحت چہرے اور ہاتھوں کے مسح کے بارے میں علماء کے اقوال پیش کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

قولہ :یکفیک الوجہ والکفان: اس لفظ سے یہ معنی اخذ ہوتا ہے کہ جو ہتھیلیوں سے زائد ہے اس کا مسح فرض نہیں، امام احمد، اسحاق، ابن جریر طبری، ابن منذر اور ابن خزیمہ کا یہی مؤقف ہے۔ ابن جہم وغیرہ نے امام مالک سے اور امام خطابی نے اصحاب الحدیث سے یہی موقف نقل کیا ہے۔

امام نوویؒ کے بقول ابو ثور نے امام شافعی کا قدیم یہی مؤقف بیان کیا ہے۔ (جبکہ ان کا جدید موقف اور احناف کا موقف پورے بازو کا مسح کرنا ہے) امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس حدیث کا جواب دیتے

ہوئے کہا ہے "اس حدیث سے مراد تعلیم کی خاطر مٹی پر ہاتھ مارنے کا طریقہ بیان کرنا ہے نہ کہ پورے تیمم کا طریقہ بیان کرنا۔"

حافظ ابن حجرؒ امام نووی کا تعاقب یوں کرتے ہیں کہ اس حدیث کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث سے مراد پورے تیمم کا طریقہ بیان کرنا ہے کیونکہ نبی ﷺ کے فرمان انما یکفیک سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور جن لوگوں نے تیمم کو وضو پر قیاس کرتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے کہ تیمم میں بھی کہنیوں تک مسح کرنا شرط ہے ان کا استدلال درست نہیں کیونکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے۔(۴۳)

ایک اور جگہ کتاب الحج میں بَابٌ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ کے تحت ایک مسئلہ "اگر جوتے نہ ملیں تو محرم موزوں کو ٹخنوں سے نیچے سے کاٹ کر پہن لے ایسی صورت میں فدیہ واجب ہوگا کہ نہیں؟" کے بارے میں رقم طراز ہیں:

قَوْلُهُ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَا فِدْيَةَ عَلَى مَنْ لَبِسَهُمَا إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ ،وَعَنِ الْحَنَفِيَّةِ تَجِبُ وَتُعُقِّبَ بِأَنَّهَا لَوْ وَجَبَتْ لَبَيَّنَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ وَقْتُ الْحَاجَة (۴۴)

حدیث کے ظاہر سے یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ جوتے نہ ملنے کی صورت میں ایسے موزے پہن لینے پر کوئی فدیہ فرض نہیں ہوگا جبکہ احناف کے ہاں واجب ہوگا حافظ ابن حجرؒ احناف کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر فدیہ واجب ہوتا تو آپ ﷺ اس کی وضاحت کر دیتے کیونکہ یہ حاجت کا وقت تھا (اور بیان کی وقت ضرورت سے تاخیر جائز نہیں)۔

اپنے موقف پر نظر ثانی

اپنی غلطی سے رجوع کرنا عظیم لوگوں کی علامت اور علمی امانت و دیانت کا لازمی تقاضا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بھی اپنی غلطی سے رجوع کرنے کو باعثِ عار خیال نہیں کرتے مثلاً کتاب التفسیر میں سورۃ النور کے تحت واقعہ افک کی تاریخ کے بارے میں اپنی غلطی سے یوں رجوع کرتے نظر آتے ہیں۔

قَوْلُهُ :وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ وَلَا خِلَافَ أَنَّ آيَةَ الْحِجَابِ نَزَلَتْ حِينَ دُخُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا فَثَبَتَ أَنَّ الْحِجَابَ كَانَ قَبْلَ قِصَّةِ الْإِفْكِ وَقَدْ كُنْتُ أَمْلَيْتُ فِي أَوَائِلِ كِتَابِ الْوُضُوءِ أَنَّ قِصَّةَ الْإِفْكِ وَقَعَتْ قَبْلَ نُزُولِ الْحِجَابِ وَهُوَ سَهْوٌ وَالصَّوَابُ بَعْدَ نُزُولِ الْحِجَابِ فليصلح هناك (۴۵)

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت حجاب اس وقت نازل ہوئی جب نبی ﷺ نے سیدہ زینب کے ساتھ شادی کے بعد خلوت اختیار کی۔اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حجاب کا حکم واقعہ افک سے پہلے نازل ہو گیا تھا(کیونکہ سیدہ زینب کی شادی واقعہ افک سے پہلے نبیؐ کے ساتھ ہونا ثابت ہے اور خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان "وکان یرانی قبل الحجاب" بھی ثابت کر رہا ہے کہ حجاب کا حکم واقعہ افک سے پہلے کا ہے) میں نے کتاب الوضوء کے اوائل میں یہ املاء کروایا تھا کہ واقعہ افک نزول حجاب سے پہلے پیش آیا تھا وہ غلطی تھی اور درست یہ ہے کہ واقعہ افک نزول حجاب کے بعد ہے اس لیے کتاب الوضوء میں درستگی فرمالیں۔

تکرارِ متن کی حکمت کا بیان

صحیح بخاری میں امام بخاری مختلف مسائل پر استدلال کرنے کے لیے احادیث کو مکرر ذکر فرماتے ہیں مختلف ابواب میں کسی ایک ہی حدیث کو ذکر کرتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ تکرار متن کی حکمت بھی بیان کرتے ہیں مثلاً کتاب الزکوۃ میں باب وجوب الزکاۃ کے تحت ایک حدیث بیان کی ہے اور پھر وہی حدیث امام بخاریؒ بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ کے تحت لائے ہیں تو اس کی حکمت یوں بیان کی ہے۔

قولہ :باب أخذ العناق بِفَتْحِ الْمُهْمَلَةِ أَوْرَدَ فِيهِ طَرَفًا مِنْ قِصَّةِ عُمَرَ مَعَ أَبِى بَكْرٍ فِى قِتَالِ مَانِعِى الزَّكَاةِ وَفِيهِ قَوْلُهُ لَوْ مَنَعُونِى عَنَاقًا وَكَأَنَّ الْبُخَارِىَّ أَشَارَ بِهَذِهِ التَّرْجَمَةِ السَّابِقَةِ إِلَى جَوَازِ أَخْذِ الصَّغِيرَةِ مِنَ الْغَنَمِ فِى الصَّدَقَةِ(۴۶)

"بغیر نقطوں والے حرف عین پر زبر ہے۔امام بخاریؒ نے اس باب میں مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کے بارے سیدنا عمر فاروق اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کے قصے کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے اور اس قصے میں سیدنا ابو بکر صدیق کا یہ قول ہے "اگر انھوں نے مجھ سے ایک چھوٹی عمر کا بکری یا بھیڑ کا بچہ بھی روکا" گویا امام بخاریؒ نے اس ترجمۃ الباب کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صدقہ کے سلسلہ میں چھوٹی بھیڑ یا بکری لینا بھی جائز ہے۔

خلاصہ بحث

فتح الباری کے بارے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کتاب کے ذریعے امت کے ذمہ قرض ادا کر دیا ہے۔آپ نے اپنی کتاب میں اصول حدیث اور علوم حدیث کے متعلق تقریبا تمام مباحث کا احاطہ کیا ہے۔فتح الباری کی نمایاں خصوصیات میں سابقہ مصادر و مراجع اور شروحات حدیث سے استفادہ، صحیح بخاری کے رجال واسناد پر بحث، صحیح بخاری کی اسناد پر اعتراضات کا رد، معلق و موقوف روایات کا اتصال، قواعد صرف و نحو اور فقہ و حدیث سے استفادہ،اقوال میں ترجیح،ائمہ اربعہ کے اقوال کا ذکر، فوائد حدیث اور مستنبط مسائل کا بیان، لغوی تحقیق، مختلف نسخوں کا تقابل،قراءات کا اہتمام، رفع تعارض، حدیث الباب سے متعلق تمام روایات و شواہد کا بیان اور حدیث کی باب سے مناسبت کا بیان ہے۔

مذکورہ بالا چند ایسی خصوصیات ہیں جو فتح الباری کو دیگر شروحات حدیث سے ممتاز کرتی ہیں۔ایک زمانہ گزر گیا لیکن فتح الباری کے ساتھ علمائے امت کا شغف اسی طرح قائم ودائم ہے جیسے حدیث رسول کے ساتھ وابستہ ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔فتح الباری:1/5

۲۔الجواہر والدرر:2/675،البدر الطالع:1/89

۳۔ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری ص:3،4

۴۔مقدمۃ ابن خلدون، الفصل السادس فی علوم الحدیث ۱/۵۶۰، طبع دوم، دار الفکر، بیروت ۱۹۹۸ء

۵۔الجواہر والدرر:2/675

۶۔کتاب التفسیر: باب قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا، حدیث:4481

۷۔کتاب التفسیر: باب سورۃ حم الزخرف

۸۔کتاب الصلوۃ، باب الصف الاول، حدیث: 720

۹۔کتاب الایمان، باب وان طائفتان من المومنین اقتتلوا، حدیث:31

۱۰۔کتاب الایمان، باب دعائکم ایمانکم، حدیث:8

۱۱۔کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکاۃ، حدیث:1397

۱۲۔ہدی الساری: 375

۱۳۔کتاب الجنائز، باب السنۃ الصلوۃ علی الجنائز

۱۴۔کتاب الوضوء، باب المضمضۃ فی الوضوء

۱۵۔کتاب الوضوء، باب ابواب الابل والدواب والغنم ومرابضھا، حدیث: 233

۱۶۔کتاب الأذان، باب 80، حدیث: 729

۱۷۔کتاب الأذان، کتاب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ والقراءۃ بالخواتیم

۱۸۔ایضا

۱۹۔کتاب الأذان، باب امامۃ العبد والمولی: 2/216

۲۰۔حدیث نمبر 4721:

۲۱۔کتاب الأذان، باب جہر المام بالتامین، حدیث: 780

۲۲۔کتاب الحج، باب مہل اہل مکۃ للحج والعمرۃ

۲۳۔کتاب الزکوۃ، باب فی الرکاز الخمس

۲۴۔ہدی الساری، سورۃ البلد

۲۵۔کتاب الحج، باب فضل مکۃ وبنیانہا

۲۶۔کتاب التفسیر، سورۃ الانبیاء، 8/289

۲۷۔کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحی الموتی،

۲۸۔کتاب الأذان، باب، انما جعل الامام لیوتم بہ، 2/210

۲۹۔کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی، لایسئلون الناس الحافا، 3/401

۳۰۔کتاب الوضو، باب المسح علی الخفین، 1/367

۳۱۔فتح الباری، اختتام کتاب الجنائز، 3/306

۳۲۔فتح الباری، اختتام کتاب الزکوۃ، 3/441

۳۳۔کتاب الحج، باب محل اہل مکۃ للحج والعمرۃ

۳۴۔کتاب الأذان، باب الی این یرفع یدیہ، ح: 738

۳۵۔کتاب الجنائز، باب من لم یظہر حزنہ عند المصیبۃ،

۳۶۔ کتاب العیدین، باب خروج النساء والحیّض الی المصلی ح: 974

۳۷۔ کتاب الوضو، باب الماء اللذی یغسل بہ شعر الانسان، ح: 172

۳۸۔ کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ح: 1283

۳۹۔ کتاب الوضوء، باب المسح علی الخفین، ح: 202،203

۴۰۔ کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء الّا من المخرجین۔۔۔۔۔الخ، ص1/336

۴۱۔ باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ فی المطر: رقم الحدیث ۹۰۱) ۲؍۷۴۴

۴۲۔ کتاب الأذان، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود، ح: 702

۴۳۔ کتاب التیمم، باب التیمم للوجہ والکفین، ح: 341

۴۴۔ کتاب الحج، باب مالا یلبس محرم من الثیاب، ح: 1542

۴۵۔ کتاب التفسیر، سورۃ النور، ح: 4751

۴۶۔ کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، باب اخذ العناق فی الصدقۃ، ح: 1456،1400